پوس کی رات

پریم چند

منشی پریم چند جن کا اصل نام دھنپت رائے تھا۔ منشی پریم چند کا پہلا افسانوی مجموعہ "سوزِ وطن" شائع ہوا جس میں چار کہانیاں حب الوطنی پر ہیں۔ منشی پریم چند وہ افسانہ نگار ہیں جنہوں نے جاگیر دارانہ نظام سے صنعتی طبقاتی نظام کا سفر بہت سُست رفتاری سے طے کیا۔ انہوں نے اس تبدیلی اور تغیر کو محسوس کیا اور اپنے ناول اور افسانوں کا موضوع بنایا۔ پریم چند نے جس ماحول میں زندگی گزاری۔ ذہن میں قدامت پرستی ذات پات تفریق ورسومات کی تاریک گھٹائیں خاص طور پر غریب لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لیئے ہوئے ہیں۔

پریم چند کے افسانوں میں کسانوں، مزدوروں اور دیہی معاشرے کو صرف مذہب اور سماج سے ہی نہیں لڑنا پڑتا بلکہ فطرت بھی ان کے ساتھ بہت بے رحمی کا سلوک کرتی ہے۔ وہ زندگی کے بہت سے نشیب و فراز سے گزرتے ہیں اور یہ فطرت کبھی اُن پر مہربان ہوتی ہے اور کبھی اُن کی دشمن بن جاتی ہے۔ مثلاً آندھی اور طوفان میں کمزور اور غریب لوگوں کے گھر اُجڑ جاتے ہیں۔ ایک پل میں ہی اُنکی دنیا برباد ہو جاتی ہے۔ اور جب سیلاب آتا ہے تو ٹاؤن کے ٹاؤن بہہ جاتے ہیں۔ بارش کبھی تو رحمت بن کر برستی ہے اور کبھی اِن غریبوں پر قہر نازل کرتی ہے۔

پریم چند نے انسان اور فطرت کے اس رشتے کو مختلف انداز میں پیش کیا ہے کہ جہاں یہ کسانوں کو ہمت اور حوصلہ عطا کرتے ہیں۔ وہاں یہ حوصلوں کو پست بھی کر دیتے ہیں۔ فطرت کے یہ رشتے کسانوں کو کس کس طرح سے متاثر کرتے ہیں۔ اسکا ایک بے رحم روپ پریم چند کے افسانہ "پوس کی راست" میں ظاہر ہوتا ہے۔ کسانوں کے لیے موسمِ سرما بھی موسمِ گرما کی طرح حشر سامانیوں کا باعث ہے۔ ان موسموں کا مقابلہ کرنے کے لیے اِن غریب لوگوں کو ساز و سامان کے لیے جتن کرنے پڑتے ہیں۔ سر پر چھت، تن پر کپڑا، رات گزارنے کے لیے گرم بستر اور اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لیے مناسب غذا کی ضرورت ہے۔

روشن الاؤ جو انسان کو سردی کے دنوں میں راحت پہنچاتا ہے۔ لیکن ان کام آسائشوں کے نہ ہوتے ہوئے بھی ایک غریب انسان اپنے کھیتوں کی رکھوالی کرنے کے لیے سرد رات میں فطرت کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہے۔ اس مقابلے میں کبھی اسکی جیت ہوتی ہے اور کبھی اسکی ہار ہوتی ہے۔ لیکن اس ہار جیت کی اسکی زندگی میں کوئی اہمیت نہیں اہمیت ہے اس بات کی کہ وہ فطرت سے کس طرح مقابلہ کر سکتا ہے۔ کس طرح اس سے جیت سکتا ہے۔

"پوس کی رات" میں پریم چند نے فطرت سے انسان کی اس جنگ کو بڑی صداقت سے پیش کیا ہے۔ ہڈیوں کو یخ کر دینے والی سردی میں انسان اور حیوان کس قدر مجبور اور بے بس نظر آتا ہے۔ اس روح پرور منظر کا اظہار افسانے کے مرکزی کردار "ہلکو" اور "کتے" جبرا کے ذریعے ہوتا ہے۔ جو ایک دوسرے سے قوت پا کر قدرت کے اس بے رحم سلوک سے مقابلہ کرتے ہیں۔ ہلکو کا کردار ہندوستانی کسانوں کی صدیوں کی مظلومی، مجبوری اور افلاس کی علامت بن جاتا ہے۔ کمر توڑ محنت کے باوجود اس کے پاس کوئی نہیں۔ جو اس کی زندگی کا سہارا بن جائے۔ ایسی تنہائی کے عذاب میں اس کا وفادار کتا (جبرا) کے سوا کوئی اُسکا شریک حال نہیں ہوتا۔ ہلکو اپنے کھیتوں کی رکھوالی کرنے کی غرض سے رات گزارنے کے لیے اس کھیت میں آیا ہے کہ کہی اُسکی کھڑی فصل کو کوئی جانور نقصان نہ پہنچا دے۔ اس خوفناک سردی سے بچنے کے لیے اُس کے پاس صرف ایک پرانی چادر ہے جو سرد لہروں کو ہلکو کے جسم میں پہنچانے سے روکنے میں ناکام ہوتی ہے۔ اس کا وفادار کتا اس کے کھٹولے کے نیچے اپنے پیٹ میں منہ ڈالے سردی سے بچنے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔

اس وفادار جانور نے ایسی بھیانک سردی میں بھی اپنے مالک کا ساتھ چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ اور وہ بھی ہلکو کے ساتھ گھر سے باہر نکل آیا ہلکو سے سردی برداشت کرنا مشکل ہوگئی تھی تو اُس نے جبرا کو اُٹھا کر اپنے پاس سُلایا اُس وقت ہلکو کو کُتے کے جسم سے اُٹھنے والی بدبو بھی بُری نہ لگی وہ اُس سے لپٹ کر سردی کی شدت کو کم کرنے لگا۔ اس طرح انسان اور جانور کی اس دوستی نے ان دونوں کے گرد ایک ہار سا بنا دیا۔ دراصل یہی نور روح کو پاکیزہ بنا کر انسان کو نڈر بنا دیتا ہے۔ اور مخالف قوتوں سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ بھی پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح انسان کی عقل نے قدرت کے ایک روپ کو دوسرے کے خلاف استعمال کرنے کا ہنر سکھایا ہے اور فطرت سے کامیاب مقابلے کی راہ تلاش کرلی۔ پھر سردی بہت بڑھ گئی۔ ہلکو بہت سی پتیاں جمع کر الاؤ جلایا اور یوں جبرا اور ہلکو کے سرد جسموں میں حرارت پیدا ہوئی۔ دونوں نے ایسا سکون

پایا کہ نیند کی دیوی نے انہیں تھپک تھپک کر سُلا دیا۔ جن کھیتوں کی حفاظت کے لیے اُس نے گھنٹوں سرد لہروں سے جنگ لڑی۔ اُن کو اُسکی غفلت اور نیند نے اُجاڑ کر رکھ دیا تھا۔ جانوروں نے اُسکا سارا کھیت صاف کر دیا تھا۔ جبرا نے بھونک بھونک کر اُس کو اٹھانے کی کوشش کی لیکن اُس وقت ہلکو کی ساری دولت اُسکی نیند تھی۔ صبح کی پہلی کرن کے ساتھ جب اُسکی آنکھ کھلتی ہے تو سب تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ”اب مجھے ٹھنڈ میں سونا تو نہیں پڑے گا۔“لیکن اس بات پر عمل کرنا بڑا مشکل ہے۔ اسے اپنی بیوی بچوں کا پیٹ پالنا ہے وہ ناسازگار حالات کے ہاتھوں مجبور ہیں۔ اسے زمیندار کو مال گزاری بھی دینی ہے۔ اسلئے اس کے پاس کوئی راستہ نہیں ہے۔ منشی پریم چند بتاتے ہیں کہ انسان اپنی ضرورتوں اور حالات سے چشم پوشی نہیں کر سکتا۔ نامساعد حالات سے مقابلہ کرنا ہو گا۔ زندگی مسلسل جدوجہد، ہار جیت، سکھ دکھ کا نام ہے۔

افسانہ ”پوس کی رات“ پریم چند کا فن عروج پر ہے۔ حقیقت نگاری اور انسانی نفسیات نے افسانے کو پُر اثر بنا دیا ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ قدرت اور انسان کے درمیان محض جبر اور تصادم کا رشتہ نہیں ہے۔ بلکہ اس میں سچی مفاہمتیں اور رفاقتیں بھی ہیں۔ یہ آسمان، چاند، تارے، جنگل، پہاڑ، ندی، نالے اور رنگ بدلتے موسم سے انسان کا رشتہ بہت پرانا ہے۔ یہ رشتہ دوستی کا رشتہ ہے جن کے سہارے انسان کبھی نرم کبھی گرم، کبھی دُکھ، کبھی سُکھ میں زندگی گزارتا ہے۔ جب تمام دنیا اُسکی دشمن ہو جائے گی تو فطرت ہی اُسے اپنی آغوش میں پناہ دیتی ہے۔